قیمت: ۴۰ روپے

پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

1081
بدھ 19 رجب المرجب 1445ھ مطابق 31 جنوری 2024

عشق نے جو کچھ دکھایا بے خطر دیکھا کیے!

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

القرآن

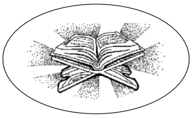

گناہ پر اصرار

اور وہ کہ جب کوئی کُھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بُوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے۔

(سورۂ آل عمران، آیت:135)

الحدیث

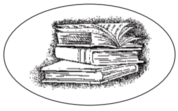

اصرار اور استغفار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''گناہ پر ندامت اور استغفار کرنے والا شخص گناہ پر اَڑنے اور جَمنے والا شمار نہیں ہوگا، اگرچہ ایک دن میں ستّر مرتبہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب کرے۔''

(رواہ ابوداوٗد)

مولانا مفتی محمد ابراھیم صادق آبادی

حج زندگی میں ایک بار فرض ہے:

سوال: کئی سال ہوئے میری والدہ نے حج کیا تھا۔ محرم کے طور پر میں اُن کے ساتھ تھا۔ ان کی معیت میں، میں نے بھی حج کر لیا حالانکہ مجھ پر حج فرض نہ تھا۔ اب میں مالدار اور صاحبِ استطاعت ہوں، حج مجھ پر فرض ہے، کیا دوبارہ حج کروں یا والدہ کے ساتھ کیا گیا وہی حج کافی ہے؟

جواب: حج زندگی میں ایک بار ادا کرنا فرض ہے۔ والدہ کی معیت میں جب آپ نے حج ادا کیا تو فرض ادا ہو گیا۔ دوبارہ حج کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کریں لیکن یہ حج نفل ہوگا۔

آبِ زم زم کی خرید و فروخت:

سوال: ہم آبِ زم زم سعودیہ سے لا کر یا یہاں کسی سے خرید کر دکان پر رکھ لیتے ہیں اور بوتلوں میں بھر بھر کر آگے فروخت کرتے ہیں۔ کیا آبِ زم زم کی خرید و فروخت جائز ہے؟

جواب: آبِ زم زم کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اس بارے میں امداد الفتاویٰ میں درج مفصل فتویٰ ملاحظہ ہو: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مکہ معظمہ سے آبِ زم زم تجارت کے واسطے لا سکتے ہیں یا نہیں؟ مقصود یہ ہے کہ نفع بھی ہو اور ثواب بھی ملے تو یہ صورت اس متبرک پانی کی تجارت کرنے کی جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہونے کی صورت میں ہندو کافر کے ہاتھ بھی بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بظاہر اس تجارت سے کوئی مانع نہیں، متقوم بھی ہے، احراز سے ملک میں بھی داخل ہو جاتا ہے اور بلا نکیر زمزم یہاں بیچنے کا تعامل بھی ہے جس میں دونوں جز و مبیع ہوتے ہیں اور متبرک ہونا بھی مانع نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید سب سے زیادہ متبرک ہے اور اس کی بیع و شرا سب جائز ہے اور مشتری کا کافر ہونا بھی بظاہر مانع صحت بیع نہیں، ہاں احتمالِ مخل احترام ہونے کی بنا پر خلاف اولیٰ یا مکروہ کہا جا سکتا ہے، باقی ثواب ہونا محتاج نقل ہے۔ و لم اجد النقل (۳/۱۱۵)

سونے کی نب کا استعمال:

سوال: میرے پاس ایک قیمتی قلم ہے جس کی نب سونے کی ہے، کیا اس پر بھی زکوٰۃ ہے؟

جواب: پہلے یہ پوچھیے کہ اس قلم کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ سونے یا چاندی کی نب والے قلم کا استعمال مرد و عورت کسی کے لیے جائز نہیں۔ پھر سونا چاندی جس شکل میں بھی ہو، استعمال میں ہو یا نہ ہو، اس کا استعمال جائز ہو یا ناجائز، بہر صورت اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ آپ دیگر اموالِ زکوٰۃ کے ساتھ اس نب کو بھی شامل کیجیے۔ اس کی زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ یہ احکام اس صورت میں ہیں کہ خالص سونا ہو، اگر خالص سونا نہیں، کسی چیز پر صرف سونے کا پانی چڑھایا گیا تو اس کا استعمال جائز ہے۔ اس پر زکوٰۃ نہیں، ویکرہ ان یکتب بالقلم المتخذ من الذھب او الفضۃ او من دواۃ کذلک ویستوی فیہ الذکر والانثی (الفتاویٰ السراجیۃ ۳۳۵ وغیرھا)

حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کے احکام:

سوال: ایک شخص نے حالتِ حیض میں بیوی کو طلاق دے دی، ایسی طلاق کا کیا حکم ہے؟ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ مزید یہ کہ اس مطلقہ کی عدت کب شروع ہوگی؟ اسی حیض سے یا اگلے حیض سے؟

جواب: اس شخص نے بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے کر بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ اس گناہ پر توبہ و استغفار کرے۔ اس طلاق کا حکم یہ ہے کہ ناجائز ہونے کے باوجود یہ طلاق واقع ہو گئی ہے لیکن اس شخص کے لیے مستحب ہے کہ اس طلاق سے رجوع کر کے بیوی کو گھر میں رکھ لے (جبکہ طلاق رجعی دی ہو) جب حیض سے پاک ہو اور طہر کے ایام گزر جانے کے بعد دوبارہ حیض آئے تو اس حیض سے پاک ہونے کے بعد اگر خاوند چاہے تو طلاق دے دے، اس کے بعد خاتون عدت کے تین حیض پورے کرے۔

اگر دورانِ حیض طلاق بائن دے دی یا اکٹھی ۳ طلاقیں دے دیں تو رجوع کی گنجائش نہیں یا طلاق رجعی ہی دی، لیکن رجوع نہیں کیا تو ان تمام صورتوں میں یہ حیض (جس میں طلاق دی) عدت میں شمار نہ ہوگا، بلکہ اس کے بعد ۳ حیض پورے کرنا ضروری ہے۔ حیض میں طلاق دینے کی صورت میں عدت طویل ہو جائے گی، اسی لیے شریعت نے حیض میں طلاق دینے کو حرام قرار دیا ہے۔

ذھب الحنفیة و ھو المذھب عند الحنابلة الی ان العدة لاتنقضی مالم تحض المرأة ثلاث حیض کوامل تالیة الطلاق فلو طلقھا فی طھر فلایحتسب ذلک الطھر من العدة عندھم او طلقھا فی حیضھا فانھا لاتحتسب من عدتھا بغیر خلاف بین اھل العلم لحرمة الطلاق فی الحیض لمافیه من تطویل العدة علیھا و لان اللہ تعالی امر بثلاثة قروء کاملة فلاتعتد بالحیضة التی طلق فیھا۔ (الموسوعة الفقھیة ۲۹/۳۱۱)

میسر کو مؤثر بنائیے

آئینہ گفتار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

سخت گرمی پڑ رہی ہے۔آپ برقع میں لپٹی، سر سے پاؤں تک پسینے میں نہائی، لشتم پشتم اماں کے گھر سے اپنے گھر جا رہی ہیں۔سر پر سورج آگ برسا رہا اور دور دور تک کوئی مہربان سایہ نہیں ہے۔ پیاس سے حلق خشک ہی نہیں ہو رہا بلکہ محاورے کی زبان میں کانٹے پڑ گئے ہیں تو بتایئے ایسے میں آپ سب سے پہلے کس چیز کی خواہش کریں گی اور کس چیز کو تلاش کریں گی؟

جی ہاں ٹھنڈے میٹھے پانی کے ایک گلاس کی......!

کہیں راستے میں پھلوں کے رس کی کوئی دُکان آ گئی، تب بھی آپ کے قدم رک رک جائیں گے۔خیال آئے گا کہ ایک گلاس ٹھنڈا جوس ہی پی لوں مگر بازار میں یوں برقع پوش خاتون جوس کے گلاس لنڈھاتے اچھی بھی تو نہیں لگتی، سو پھر دل پر صبر کی سل رکھ آگے بڑھ جائیں گی۔

اور غور کریں تو پھلوں کے رس میں بھی اصلاً پانی ہی تو ہے، سو ذرا سوچیے اگر صاف میٹھا پانی نہیں ہوتا تو ہم آپ کیا کرتے؟

سچ پوچھیے تو اللہ ربّ العزت کی سب بڑی مادی نعمت پانی ہے۔کیوں کہ باقی تمام مادی نعمتیں بھی دراصل پانی ہی کی پیداوار ہیں۔یقین نہ آئے تو شمار کر کے دیکھ لیجیے۔

خود اپنے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ایک طرح سے انسان ایک آبی جاندار ہے، جس کے جسم کا تقریباً ستر فیصد پانی ہے۔ ہمارے لیے پانی اِس قدر اہم ہے کہ اس کا صرف پانچواں حصہ بھی کم ہو جائے تو ہماری موت واقع ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی تو اس میں تین چوتھائی پانی یعنی سمندر اور صرف ایک چوتھائی خشکی بنائی۔اس پر بھی دریا، جھیلیں، چشمے، زیر زمین پانی اور بڑے بڑے برفانی گلیشیرز کی صورت میں میٹھے پانی کے ذخائر کو رکھا۔

کس کے لیے؟

ہم، آپ اور دوسرے تمام جانداروں اور نباتات کے لیے۔

اب اتنے بہت سارے پانی کا ہم کیا کرتے ہیں؟

منہ دھوتے ہوئے، دانت صاف کرتے ہوئے نل کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔

بیت الخلا میں اگر ایک دو لوٹے پانی سے بخوبی کام چل سکتا ہے تو ہم لا پروائی سے آدھی بالٹی پانی ضائع کر دیتے ہیں۔

بچیاں برتن دھوتے ہوئے تیز نل کھلا چھوڑ کر برتنوں پر صابن لگاتی رہتی ہیں۔

اپنے گھروں میں موجود لان میں ہم گھنٹوں کے لیے پائپ سے پانی چھوڑ دیتے ہیں، جب کہ پودوں کو اتنے پانی کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔

وضو ہم اتنے پانی سے کرتے ہیں کہ آرام سے اس سے غسل کیا جا سکے اور غسل میں پانی کے ضیاع کا تو کچھ نہ پوچھیے، ڈھیروں لیٹر میٹھا صاف پانی بے دردی سے گٹر میں بہا دیا جاتا ہے۔

اور ہم یہ سب بڑی دیدہ دلیری سے کرتے ہیں اور پھر روتے بھی ہیں کہ پانی کم پڑ گیا ہے، بارشیں نہیں ہو رہیں، زیر زمین پانی نمکین ہو گیا ہے، حکومت ہمیں پانی مہیا نہیں کر رہی......اور بھی بہت کچھ!

بھئی مسائل کا حل مزید وسائل کی تلاش میں نہیں ہے۔

نہ ہی حکومت سے مطالبہ کرنے میں ہے، بلکہ مسائل کا حل تو میسر وسائل کو مؤثر بنانے میں ہے۔

دنیا میں کتنے ہی ممالک ہیں، جہاں گلیشیرز ہیں نہ پانی سے لبریز دریا۔میٹھے پانی کی جھیلیں ہیں نہ زیر زمین میٹھے پانی کے ذخائر۔وہاں بارشیں بھی بہت کم ہوتی ہیں۔ان لوگوں سے پانی کی قدر پوچھیے کہ وہ کس طرح قطرہ قطرہ پانی کو احتیاط سے خرچ کرتے ہیں۔کیوں کہ انھیں اکثر پانی خرید کر اپنی ضرورت پوری کرنی پڑتی ہے، اور ایک ہم ہیں جنھیں قدرت نے تمام قدرتی نعمتیں نہایت فیاضی سے دی ہیں۔میٹھے پانی کے ہر نوع کے ذخائر بھی۔ ہمارے پاس پانچ بڑے دریا اور کئی ذیلی دریا ہیں۔قطبین کے بعد دنیا کے سب سے بڑے گلیشیر یہاں ہیں۔دنیا کے سب سے اونچے پہاڑوں میں سے کئی ہماری سرزمین پر اپنی چوٹیوں پر لاکھوں ٹن برف لیے کھڑے ہیں۔سب کچھ ہے اگر کمی ہے تو بس احساس ذمے داری کی کمی ہے۔جن اقوام نے احساس کو زندہ رکھا، انھوں نے کم وسائل میں نہ صرف زندہ رہنا سیکھا بلکہ محیر العقول کارنامے انجام دیے، اور ہم نے قدرت کی بے بہا نعمتوں کا اس طور اسراف کیا کہ آج ہمارے شہروں ہی میں نہیں دیہاتوں میں بھی میٹھا پانی کم ہو گیا ہے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں ہمیں اس بابت بھی بہترین رہنمائی ملتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کر رہے تھے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے گزرے۔انھیں وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے اعضاءِ وضو پر کچھ زیادہ ہی پانی ڈال رہے ہیں تو دیکھ کر فرمایا: ’’اے سعد! اسراف نہ کرو۔‘‘

انھوں نے عرض کیا: ’’یا رسول اللہ! کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟‘‘

فرمایا: ’’ہاں، اگرچہ تم بہتی ہوئی نہر پر ہو۔‘‘

بہنیں اس حوالے سے خاص طور پر اپنے بچوں کی تربیت کریں کہ نعمتوں کے ضیاع اور اسراف پر گھروں اور تعلیم گاہوں میں بہت کم بات ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ہر نعمت کی کماحقہٗ قدردانی کرنے والا بنائے، آمین!

والسلام

مدیر مسئول محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ : مفتی فیصل احمد | مدیر : انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیر مسئول : محمد فیصل شہزاد

’’خواتین کا اسلام‘‘ دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون : 021 36609983 ای میل : fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ : www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون : اندرون ملک 1500 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 22000 روپے، دو میگزین 25000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

خولہ غضنفر اللہ

عشق نے جو کچھ دکھایا بے خطر دیکھا کیے!

سردی سے ٹھٹھرتے وجود کو دوہرا کیے، میں سونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ سلاخوں سے گزر کر اندر آتی یخ ہوائیں، ہڈیوں تک اترتی چلی جا رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں میرے، پیر اس قدر سُن ہو گئے کہ مجھے محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ میرے وجود کا حصہ ہیں۔ بار بار دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو رگڑ رگڑ کر گرمائش پیدا کرنے کی کوشش کرتا مگر اِس ظالم ٹھنڈ کے آگے میری یہ سعی کسی کام کی نہ تھی۔

سامنے ہی تخت پر لیٹے ساتھی کی طرف نظر کی تو وہ کمبل میں سر گھسائے سو رہا تھا جبکہ میرا کمبل میرے قدموں والی طرف تہ شدہ رکھا تھا۔ رات آنکھوں ہی میں کٹ گئی۔ صبح کے قریب جب ساتھی جاگا تو مجھے سکڑا، سمٹا کانپتا دیکھا تو آنکھیں پھاڑ کے میری طرف دیکھا: ”ابے! تُو نے کمبل کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ مرنے کا ارادہ ہے کیا؟“

میرے پاس اس کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا، بس خالی ویران آنکھوں سے میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔

اس نے اٹھ کر میری طرف آتے ہوئے کہا:

”اوئے رستم پہلوان! نہیں سہ پائے گا اتنی سردی۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے میرے کپکپاتے وجود پر کمبل کھول کر ڈال دیا۔ میرا وجود ایسا ہو رہا تھا جیسا کہ سرد خانے میں رکھی کوئی لاش ہو، زندہ لاش!

اور تھا بھی ایسا ہی۔ احساسات، جذبات سبھی پر برف پڑی ہوئی تھی۔ بار بار بھیگی آنکھیں، سُتا چہرہ میرے تصور پر ابھرتا اور مجھے نم دیدہ کر جاتا۔

☆......☆

”بیگم! اِدھر آؤ ذرا، ارے کہاں ہو......؟ سنتی ہو۔“

میں نے پے در پے آوازیں لگائیں تو وہ برتن دھوتا چھوڑ کر بعجلت میرے پاس آئی۔

”جی فرمائیے۔“

تھکاوٹ اس کی آواز سے بھی مترشح تھی۔

مجھے تھوڑا ترس ضرور آیا مگر میں بھی تو عادت سے مجبور تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر مدعا سمجھ گئی، تھوڑا سا مسکرائی، اس کی اس عادت نے مجھے اس کا اسیر بنا رکھا تھا کہ وہ کبھی مجھ سے اکتاتی نہ تھی۔

”اف توبہ ہے، اتنا سا کام بھی نہیں ہوتا آپ سے۔“

دکھلاوے کی برہمی کا مظاہرہ کرتی وہ اپنی ذمے داری نبھاتی کمرے سے چلی گئی۔ میں بھی کروٹ بدل کر سو گیا۔

☆......☆

”آج ساری بہنیں امی کے گھر ہیں، مجھ سے بھی رکنے کا اصرار کر رہی ہیں، آپ کیا کہتے ہیں؟“

”کوئی ضرورت نہیں ہے ٹھہرنے کی، گھر چلو!“

میں بولنے ہی لگا تھا کہ اس کے چہرے پر چمکتی آس کی کرن دیکھ کر میں چپ رہا اور اسے رہنے کی اجازت دے دی۔ اس کے چہرے پر سینکڑوں رنگ رقص کرنے لگے۔

میرے برادرِ نسبتی نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ بالآخر اس سے رہا نہ گیا تو بول پڑا:

”بھائی! گھر جا کر فیصلہ بدلنے کا ارادہ ہے تو ابھی لیتے جاؤ۔ تمھارے گھر تک گاڑی کا پچیس منٹ کا فاصلہ ہے، اتنی رات کو کون پہنچائے گا؟“

میں نے شاہانہ انداز میں کہا:

”ارے بھئی میں کیوں فیصلہ تبدیل کروں گا، بس دے دی اجازت تو دے دی۔“

راستے بھر اس کے پیغامات میرے موبائل کی اسکرین پر روشنی بکھیرتے رہے۔

”گاڑی کی رفتار آہستہ رکھیے گا۔“

”گھر پہنچ کر مجھے فوری اطلاع دیجیے گا۔“

”دودھ ضرور پی لیجیے گا۔“

میں نے عادتاً کسی بھی پیغام کا جواب نہ دیا بلکہ ہر نئی تاکید پر بس مسکراتا ہی رہا، مگر رہ رہ کر اندر سے جھنجھلاہٹ کی ایک لہر بھی اٹھتی رہی کہ آخر کیوں اجازت دی۔

خیر گھر پہنچا تو جلد ہی بستر پر دراز ہو گیا۔

موبائل پھر روشن ہونے لگا۔

”ٹھنڈ زیادہ ہے، دودھ میں شہد ملا کر پیجیے گا۔“

”سونے سے قبل، دعائیں پڑھ کر، بستر جھاڑ کر سوئیے گا۔“ وہ یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی یہیں پر تھی اور اس کی توجہ وصولتے ہوئے میرے لب مسکرا رہے تھے۔

میں نے آنکھیں موند لیں، مگر سردی کی وجہ سے نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ مجھے لیٹے ہوئے کچھ ہی دیر

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے زیرِ اہتمام

مُفت

ختمِ نبوّت خط و کتابت کورس

0333-5105991, 0333-5126313

خوشخبری

سکول و کالج کے طلبا و طالبات اور عوام النّاس کے لئے سُنہری موقع

داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر نام، تعلیمی قابلیت، پتہ (پوسٹل کوڈ) آخر میں دیئے گئے پتہ پر ارسال کریں ایک خط میں ایک درخواست دیں، اگر کسی وجہ سے کورس میں تاخیر ہو جائے تو دو ماہ کے بعد دوبارہ خط لکھیں

گھر بیٹھے بذریعہ خط و کتابت

عقیدہ ختم نبوت، حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام، ظہور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ، خروج دجال

اور موجودہ دور کے فتنوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ کورس کی تکمیل پر ایک خوبصورت سند اور نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کیلئے خصوصی تحائف

ختم نبوت خط و کتابت کورس پوسٹ بکس نمبر 1347 اسلام آباد

ہوئی ہوگی کہ ایک بار پھر پیغام کی آواز آئی: ''آپ نے لحاف اوڑھ لیا ہے؟''

''نہیں۔'' میں نے مختصر سا جواب لکھا تو اس کے پیغامات کی قطار لگ گئی۔

''یہ کیسی ضد ہے بچوں والی؟ براہِ کرم لحاف اوڑھ لیجیے۔ ٹھنڈ لگ جائے گی۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پورے آدھے گھنٹے بعد میرے موبائل پر الفاظ ابھرے۔ ''دروازے پر آیئے۔''

پڑھتے ہی میں ہنس پڑا۔ دروازہ کھولا تو میرے اندھیرے گھر میں چاندنی اور آنکھوں میں دھنک اتر آئی۔

''بلانے کے الگ ہی ڈھنگ ہیں ویسے آپ کے۔ میں بھی کہوں، کس طرح اتنی آسانی سے اجازت دے سکتے تھے آپ!'' وہ ہنستی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

اور اسے لے کر آنے والا بھائی مجھے زہر خند نگاہوں سے گھورتا گاڑی واپس موڑنے لگا، جسے میں نے کمال حلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا۔

''ارے بھئی! اب میں نے کہا تھوڑی تھا کہ تم واپس آؤ۔'' خفت مٹانے کی ناکام کوشش کرتا میں کمرے میں داخل ہوا تو وہ مسکراتے ہوئے میرا بستر جھاڑ رہی تھی۔

خیر میں بستر پر دراز ہوگیا۔ پیروں کی سمت رکھے کمبل کو اُس نے کھولا اور میرے اوپر ڈال دیا، یہ کہتے ہوئے کہ بس اتنا سا کام تھا!

اگلے دس منٹ میں مجھ پر نیند کی چادر تن گئی۔ صبح مجھے بے حد افسوس ہوا کہ میں نے خواہ مخواہ اپنی چھوٹی سی ضد کی وجہ سے اسے اور بھائی کو مشقت میں ڈالا۔ اس کی تمام بہنیں عرصے بعد اکٹھی ہوئی تھیں، دل تو ضرور دکھا ہوگا اس کا۔

آپ اندر ہی اندر مجھے ظالم اور کھڑوس شوہر کا لقب تو نہیں دے رہیں؟

اگر ایسا ہے تو براہِ کرم بدگمان مت ہوئیے۔ بس اِس ایک معاملے میں ہی ہر بار مجھ سے زیادتی ہوجایا کرتی ہے، ورنہ عموماً میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ گھریلو کاموں کا بھی زیادہ بوجھ اُس ''نازک اندام'' پر نہ پڑے۔ اسے چارپائی اٹھانے، بیڈ، صوفے گھسیٹ گھسیٹ کر ترتیب بدلنے کی قطعاً اجازت نہیں، کیونکہ یہ 'مردانہ' کام ہیں، اور آبگینوں کی 'نازکی' اِن کاموں کی متحمل نہیں ہوتی۔ سالن میں کبھی نمک تیز ہوجائے یا جل ہی جائے، قیمتی لباس استری سے جل جائے تو میں کبھی ایک لفظ نہیں کہتا۔ ایسا نہیں ہے کہ مجھے غصہ آتا ہی نہیں ہے، آتا ہے مگر میں ہم ساز شریکِ حیات بن کر رہنا چاہتا ہوں فرعون نہیں کہ جس کے احکام پر مجبوراً عمل کیا جاتا ہو بلکہ اس مشفق سربراہ کی طرح مجھے رہنا پسند ہے کہ جس کی موجودگی گھر والوں کے لیے ٹھنڈے سائبان کی مانند ہو۔

دراصل اماں کے لاڈ نے ابتدا ہی سے لحاف اوڑھنے والی عادت مجھے نہ ڈالنے دی جو بعد میں اس قدر بگڑ گئی کہ میں سردی سے ٹھٹھرتا رہتا مگر خود لحاف نہ اوڑھتا۔

جب تک اماں رہیں، یہ انہی کی ذمے داری تھی جو شادی کے بعد میرے بچوں کی اماں نے سنبھال لی۔

شادی شدہ زندگی کی پندرہ بہاریں گزر جانے کے باوجود میں نے کبھی اس عادت کے بدلنے کا سوچا تک نہ تھا۔ میری بیگم نے بھی تو کبھی اکتاہٹ کا اظہار تک نہ کیا تھا۔ وہ تو صحیح معنوں میں میرے لیے 'متاعِ حیات' تھی۔

اللہ رب العزت نے وراثتِ انبیاء علیہم السلام سے مجھے بہرہ ور فرمایا تھا۔ بزرگوں نے مجھے ایک مسجد میں امام و خطیب کی ذمے داری سنبھالنے کا حکم دیا تو میں نے بغیر معاوضے کے یہ خدمت انجام دینا شروع کردی، کیونکہ میرا اپنا کاروبار الگ سے اچھا چل رہا تھا۔

امہات المؤمنین، اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں دریدہ دہن زبانیں دراز ہوتیں تو مجھ سے برداشت نہ ہوتا، میرے بیانات کا رخ اس مقدس جماعت کی تقدیس وتطہیر اور مناقب بیان کرنے کی طرف ہوگیا۔

جب ان بیانات میں تسلسل آنے لگا تو مجھے دھمکی آمیز پرچیاں ملنے لگیں جنھیں میں نے کبھی پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہ دی۔

ارے کیا ان کے مناقب بیان کرنا جرم ہوگیا تھا جن کی توصیف رب کائنات نے اپنے کلام میں فرمائی، جنھیں رب کامیاب قرار دے، ان کی کامرانی کا تذکرہ کیا 'گناہ' ہوگیا تھا؟

وہ جنھیں آخری مرتبہ نماز میں سیسہ پلائی دیوار کی مانند کندھے سے کندھا جوڑے، حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں دیکھ کر نبوت کے لب مسکرا اٹھے تھے! ان کے تذکروں کو ہر مسلمان دل میں اتارنا اگر جرم تھا تو ایسا مجرم بننا مجھے ہزار بار قبول تھا۔

خیر وہ اسلامی سال کا پہلا جمعہ تھا۔ نماز سے پہلے، دوہرے دامادِ رسول، ذوالنورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ بیان کیا۔ نماز کے بعد

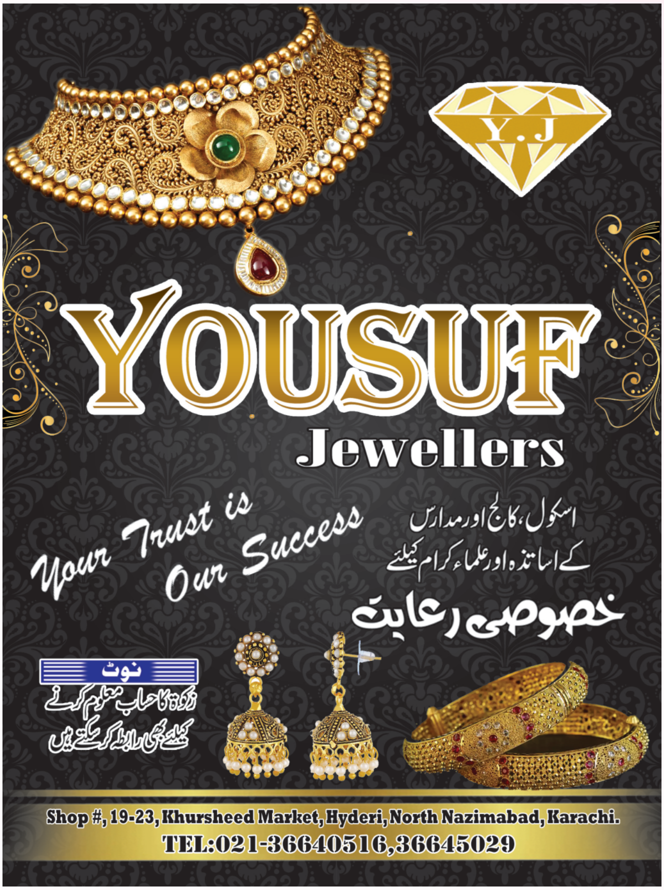

کچھ پرانے ساتھی مل گئے، تقریباً آدھ گھنٹہ ان کے ساتھ بیٹھا۔ اچانک مجھے گھر کا خیال آیا تو میں نے سے موبائل نکالا۔

دیکھا تو پیغامات چھتیس کے عدد کو چھو رہے تھے۔

''کب تک آئیں گے؟ کھانا تیار ہے، مجھے شدید بھوک لگی ہے'' سے شروع ہونے والے پیغامات ان باتوں پر اختتام پذیر ہوئے: ''مجھے شدید گھبراہٹ ہو رہی ہے آپ کے جواب نہ دینے کی وجہ سے۔ میرا دل آپ کے حوالے سے بہت پریشان ہو رہا ہے، اللہ کرے آپ خیریت سے ہوں۔''

مجھے اس کی بلاوجہ کی گھبراہٹ اور وسوسوں پر ہنسی آگئی۔

وہ ایسی ہی تھی۔ میرے لیے بہت حساس، بہت پاگل......!

میرا گھر قریب ہی تھا۔ حسبِ عادت میں نے اسے اس کے برقی پیغامات کا جواب نہ دیا اور ساتھیوں سے معذرت کر کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

گھر سے پانچ منٹ کی دوری ہی پر تھا کہ اچانک ہی میرے ارد گرد دو گاڑیوں نے چرچراتے ٹائروں کے ساتھ بریک لگا کر مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔

ارے بھئی میں کہیں ڈاکہ زنی کر کے تھوڑی آ رہا تھا کہ ڈرتا، فوراً ہی بائیک کو بریک لگا دی۔ دو سپاہی گاڑی سے اترے، آناً فاناً انھوں نے میری کلائیاں دو آہنی حلقوں میں قید کر لیں۔ گردن کی پچھلی طرف سے قمیص کو دبوچا اور گاڑی کے اندر پھینکنے والے انداز میں ڈال دیا گیا۔

ٹھڈوں، طمانچوں اور گالیوں کی بوچھاڑ میں مجھے سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ ایک ہفتہ قبل فلاں بازار میں ’نامعلوم افراد‘ نے فائرنگ کی تھی، جس سے مارے جانے والے ایک مقتول کا قاتل مجھے قرار دیا جا رہا ہے۔ جبکہ صورتِ حال یہ تھی کہ جس بازار کا نام لیا جا رہا تھا، میں چھ ماہ سے اس سمت بھی نہ گیا تھا۔

پرچہ کٹنے پر مجھے ملنے والی نامعلوم ’پرچیوں‘ کا مفہوم سمجھ میں آ گیا تھا۔

ایک ’خونی‘ کے ساتھ جس طرح کا ہتک آمیز رویہ روا رکھا جانا چاہیے، اس سے بھی بڑھ کر میرے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا گیا۔

پھر جن کے صدقے میں یہاں پہنچا تھا، ان سے مطابقت کا خیال آیا تو مسکرا دیا۔

سوچا کہ اُن کے اور میرے دشمنوں میں فقط ظالم اور موسم ہی کا تو فرق تھا۔ وہاں تپتی ریت جسم کے نیچے بستر تھی اور سینے پر بھاری پتھر بطور لحاف۔ آگ اگلتا صحرا، احد احد کی صدائیں سن کر اپنی سماعتوں کو ٹھنڈک پہنچاتا۔

اور یہاں اُن کے نام لیوا کے لیے ٹھنڈا فرش، یخ بستہ ہوائیں اور بے پناہ تشدد تھا۔ ٹھنڈ سے اکڑے وجود میں روح کا دوڑتے پھرنا فقط ایمانی گرمائش کی وجہ ہی سے ممکن تھا۔

مگر پھر اس خیال نے نم دیدہ کر دیا کہ نہیں؛ یہ تو ان عظمت کے پہاڑوں کو پہنچنے والی اذیت کا شاید سوواں حصہ بھی نہیں۔

رات اس کوٹھڑی میں اترنا شروع ہوئی جس میں آج میرا پہلا قیام تھا۔

قبر سے کچھ ہی کشادہ جگہ تھی۔ دو تخت بچھے ہوئے تھے۔ نیچے بچھانے کو ایک چادر اور اوڑھنے کے لیے پتلا سا کمبل تھا۔

سرکار کی آدھے ہی دن کی ''مہمانی'' نے جسم کا جوڑ جوڑ ہلا دیا تھا۔ سردی اور بھوک نے نڈھال کر دیا تھا۔ سفاک ٹھنڈ ہڈیوں تک میں کسی زہر آلود خنجر کی مانند پیوست ہوئی جا رہی تھی۔ میرے ہمسائے نے مجھ سے ایک دو رسمی سوال پوچھے جن کے جواب دینے میں، میں شدید نقاہت محسوس کر رہا تھا۔

وہ بھی چپ ہو گیا اور کمبل سر تک اوڑھ کر سو گیا۔

میں نے تیمم کیا، عصر، مغرب قضا جبکہ عشا ادا کر کے اس لوہے کے تخت پر آ گیا جو برف کی سل کی مانند سرد تھا۔

آنکھیں بند کیں تو تصور میں موبائل کی اسکرین روشن ہوگئی جو اب میرے قبضے سے نکل چکا تھا۔

اس نے تو ناشتہ بھی نا کیا تھا، نجانے اب کس حال میں ہوگی؟ کیسے کیسے اندیشوں کا شکار ہو رہی ہوگی۔

نجانے اسے کس وقت میری اطلاع ملے گی؟

بہت سے سوالیہ نشانوں نے میرا گھیراؤ کیا تو میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔

ٹھنڈ نے ایسا برا حال کر رکھا تھا کہ بے اختیار پیروں کی طرف رکھے کمبل کی طرف ہاتھ بڑھا، مگر برسوں کی عادت چیز ہی ایسی ہے کہ میں دوبارہ واپس یونہی لیٹ گیا، جسم سے آر پار ہوتی سردی کے رحم و کرم پر خود کو چھوڑ کر!

صبح تو میرے ساتھی نے مجھ پر کمبل ڈال دیا تھا مگر تب مجھے محسوس ہوا کہ اس کا لحاف اوڑھنا مجھے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

پھر قید میں گزرتے دنوں نے میری حیات، لطافت، عادت سب کو حالات کی چکی میں پیس کر رکھ دیا تھا۔

مفلسی حسِ لطافت کو مٹا دیتی ہے
بھوک تہذیب کے آداب بھلا دیتی ہے

مجھے آٹھ سال ہونے کو آئے ہیں۔ باوجود یہ کہ میں اپنا کمبل اب خود اوڑھ لیا کرتا ہوں، مگر ساری بہنیں بھی اس کے میکے میں جمع ہوں تب بھی میری بیوی اب اُدھر نہیں جاتی، حالانکہ اب تو اسے واپس آنے پر مجبور کر دینے والا بھی خود پسِ دیوار ہے، پھر بھی اُس نے خوشیوں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔ ہر ملاقات پر اس کی مزید سرخ ہوتی آنکھوں سے اب مجھے خوف آنے لگتا ہے، گویا ابھی ان سے خون ٹپکنا شروع ہو جائے گا۔

وفا کے شناور

اثر جونپوری

تلاشا از کراچی تا پشاور
نہیں ملتے وفا کے اب شناور
نہیں جب جگرہ ’شنوا‘ حق
حقیقت کیا کرے گا کوئی باور

جو دل کی بات کہہ دے اب زباں سے
لقب اُس کو دیا جائے دلاور

جو منوا لے جہاں میں اپنا لوہا
فقط سچائی میں ہے اتنی پاور
یہ پودا عزم و ہمت اور یقیں کا
بنے گا ایک دن نخلِ تناور
نہ میرے پاؤں میں آئے تزلزل
ہو گر سر پر تری رحمت کا شاور
اگر ڈھاؤ گے اتنے ظلم جگ میں
کہو گے کیا بوقتِ پیشِ داور
ملا دیتے ہیں خود کو خاک میں جو
چمکتے ہیں وہی مانندِ خاور

☆☆☆

مسکراہٹ جو پندرہ سالہ ازدواجی زندگی میں، میں نے کبھی اس کے ہونٹوں سے جدا نہ دیکھی تھی، میری عزیز از جان بیوی اب اس لفظ کا مفہوم تک نہیں جانتی۔

وہ ہمیشہ مجھ سے کہتی ہے کہ آپ اپنے اُن الفاظ پر کبھی پچھتائیے گا مت، جن کی پاداش میں آپ آج یہاں ہیں۔ ممکن ہے ہمارا رب یہ قربانی قبول فرمالے۔ بس ایک درخواست ہے، مجھے وہاں مت بھلائیے گا، وہاں میری سفارش کر دیجیے گا اور پھر اس کے بعد وہ مستقل روتی رہتی ہے، یہاں تک کہ ملاقات کا وقت ختم ہو جایا کرتا ہے اور رات بھر اس کی سسکیاں میرے کانوں میں سیسہ انڈیلتی، آنکھوں سے نیند اڑا لے جاتی ہیں۔

میں تو اس کا ہم سفر ہوں، اس کے غم کو سوچ سوچ کر تڑپ جاتا ہوں، وہ جو اسے ستر ماؤں سے بڑھ کر محبوب رکھتا، اس کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے، وہ اس کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک آنسو گن رہا ہے۔

سوچیے بھلا وہ ''منتقم'' اس کی تنہائیوں، محرومیوں کا ''ان'' سے کیسا بدلہ لے گا جنھوں نے اس کی زندگی کی رعنائیوں کو راکھ میں بدل ڈالا۔

وَاللّٰہُ أَشَدُّ بَأْسًا وَّ أَشَدُّ تَنْكِيلًا (النساء، آیت: 84)

''اللہ تعالیٰ زور جنگ میں زیادہ شدید ہیں اور سخت سزا دیتے ہیں۔''

میں بھی انتظار کر رہا ہوں، میرے جیسے اور بھی منتظر ہیں، رب السموات والارض کی طرف سے ہونے والے سخت وار کے۔

●●

ڈاکٹر شاہد ندیم

اسلامی نظام

میری بارہ سالہ بیٹی امیگریشن کاؤنٹر پر کھڑی تھی۔ بائیومیٹرکس کے لیے اسے اپنی انگلیاں اسکینر پر زور سے دبانے کی ضرورت تھی۔ یہ ایشو عموماً انٹرنیشنل ایئرپورٹس پر بچوں، بوڑھوں اور خواتین کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر امیگریشن آفیسر خود دبا کر مدد کر رہے ہوتے ہیں۔ اُس بائیس تیئیس سالہ نوجوان امیگریشن آفیسر نے ایک پیپر اٹھایا، تہہ کر کے میری بیٹی کی انگلیوں پر رکھا اور اس کے اوپر اپنے ہاتھ سے دبایا تا کہ بائیومیٹرکس ہو سکیں۔

میری آنکھوں میں بے ساختہ تشکر کے آنسو آ گئے۔ ایک باپ کے طور پر مجھے اس وقت اپنی بیٹی بہت محفوظ محسوس ہوئی، جسے کوئی نامحرم مدد کے لیے بھی نہیں چھو سکتا۔

رات کے تقریباً ساڑھے بارہ کا وقت تھا اور ہم مسجد نبوی میں تھے۔ بیگم نے کہا، آپ لوگ چاہیں تو ہوٹل جا کر آرام کر لیں۔ میں ابھی عبادت کرنا چاہتی ہوں۔ ایک دو گھنٹوں بعد آ جاؤں گی۔

ہم ہوٹل گئے اور سکون سے سو گئے۔ درمیان میں ایک دفعہ میری آنکھ کھلی تو فکر صرف اتنی تھی کہ بیگم کی نیند پوری نہ ہوئی تو انھیں تہجد میں اٹھنا مشکل نہ ہو لیکن اِس بات کی قطعی فکر نہیں تھی کہ دیارِ غیر میں آدھی رات کو وہ اکیلی باہر محفوظ ہیں یا نہیں۔

میں نے پچھلے پندرہ برسوں میں اہل خانہ کے ساتھ بہت سے ملکوں کا دورہ کیا۔ بچے بہت چھوٹے تھے تب بھی، بڑے ہو گئے تب بھی۔ جن ممالک کو بہت محفوظ کہا جاتا ہے وہاں بھی۔

لیکن مجھے کبھی اپنے اہل خانہ کہیں اتنے محفوظ محسوس نہیں ہوئے جتنے ہمیشہ مکہ اور مدینہ میں لگتے ہیں۔

اس کے لیے ہم دنیا داری کی کوئی سی بھی منطق پیش کر لیں، دراصل یہ کرامتیں ہیں اللہ رب العزت کے نام کی۔ یہ برکتیں ہیں ہمارے دین کی اور یہ رحمتیں ہیں ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

میری شدید خواہش اور دعا ہے کہ کاش پوری دنیا میں اسلام اور اسلامی نظام کا نفاذ ہو اور ہر ملک، ہر شہر اور ہر قصبہ مکے مدینے کی طرح بن جائے۔

☆☆☆

لاہور انٹرنیشنل ایکسپو بک فیئر 2024ء

اساتذہ اور والدین سے گزارش ہے کہ مطالعے کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے بچوں کے ہمراہ بک فیئر میں ضرور تشریف لائیں

اس سال ہمارے سٹال پر آپ کی دل چسپی کا پورا پورا سامان موجود ہو گا۔ اشتیاق احمد کی اسلامی کتابیں اور 200 سے زائد جاسوسی ناول، مدیر چاچو محمد فیصل شہزاد کی 3 کتابیں، آئی جی غلام رسول زاہد کی کتابیں، ابوحنظلہ سعدی کی مسلم فاتحین سیریز کی 20 کتابوں کے علاوہ حکایات سیریز کی 3 نئی کتابیں، کاوش صدیقی کا سرمد سیریز پر لکھا گیا نیا مکمل ناول ''رفیق لنگڑا'' اس کے علاوہ مزید دو نئے ناول ''انوجیب کترا'' اور ''تمہاری امی'' اور کہانیوں پر مشتمل مزید 2 نئی کتابیں ''مسجد دادی جان'' اور ''انگور کے دانے''، نذیر انبالوی کی نئی کتابیں، محمد فہیم عالم کی نئی 2 کتابیں ''سیرت محمد بن عبداللہ ﷺ'' اور ''معراج النبی ﷺ'' بچوں کے لیے 50 سے زائد پاکٹ سائز کتابیں اور بہت کچھ۔ جی ہاں! اس بار پرانی کتابوں کے ساتھ سو سے زائد مزید نئی کتابیں بک فیئر سٹال پر آپ کی منتظر ہوں گی۔ یہ نئی کتابیں آپ کو ملیں گی حیرت انگیز ڈسکاؤنٹ پر، مصنفین کے آٹوگراف کے ساتھ، کیونکہ تمام مصنفین اسٹال پر موجود ہوں گے۔ تو پھر آ رہے ہیں نا آپ!

لاہور والے ہو جائیں تیار!!

1 فروری بروز بدھ تا 5 فروری بروز اتوار

روزانہ صبح 10 تا رات 10

ہال نمبر: 1

ایکسپو سنٹر، نزد ایمپوریم مال، جوہر ٹاؤن، لاہور

آٹوگراف وملاقات کا سنہری موقع

ہمارے سٹال پر آپ

محمد فیصل شہزاد | کاوش صدیقی

امجد جاوید | ندیم اختر

آئی جی غلام رسول زاہد | نذیر انبالوی

محمد فہیم عالم | حافظ عبدالجبار سیال

اور دیگر نامور بچوں اور بڑوں کے ادیبوں سے ملاقات کر سکیں گے اور ان کی کتابیں آٹوگراف کے ساتھ خرید سکیں گے۔

فلزا وسیم

اب وہ دل نہیں رہا!

آج گھر میں بہت رونق تھی۔ خاندان کے تقریباً سب ہی لوگ، دور نزدیک کے دوست احباب سبھی مدعو تھے۔ گھر کے لان کو روشنیوں سے اور اندرونی حصے کو پھولوں سے سجایا گیا تھا۔

یوں تو نئے گھر میں شفٹ ہوئے ایک مہینہ ہونے کو تھا مگر گھر کے در و دیوار سے نئے پینٹ اور فرنیچر کے پالش کی ملی جلی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ ہر شے اپنی چمک سے اپنے نئے ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔ یوں تو کھانے اور بیٹھنے کا انتظام باہر لان میں تھا لیکن خواتین گھر کے اندر بھی مجھ سے ملنے اور نئے گھر کی مبارک باد دینے آ رہی تھیں۔ سب خوش تھے، البتہ میں نے محسوس کیا تھا کہ میرے لباس کو خواتین کچھ معنی خیز انداز میں دیکھ اور تبصرہ کر رہی ہیں۔ اگرچہ براہ راست کسی نے کچھ نہیں کہا لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے برسوں کی خواہش، خواب اور دعاؤں کو اپنے کرم سے پورا کر کے شکر کا موقع دیا تھا۔ آج میں نہ صرف اپنے ذاتی اور بڑے گھر میں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کی تمام سہولتوں سے بھی نوازا تھا۔

خاندان کی تمام خواتین بہت خوش دلی سے مجھ سے ملیں، مبارک بادیں اور تحائف بھی دیے، پھر کھانا لگا تو سب کھانے میں مشغول ہو گئے۔ کھانے کے بعد سب خوشی خوشی ہمیں دعا دیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔

سب کام وقت پر ہو جانے کی وجہ سے جلد ہی گھر بھی سمیٹ لیا گیا۔ سب گھر والے دعوت کے خیر و عافیت سے ہو جانے پر شکر ادا کر رہے تھے۔ تحائف صبح دیکھنے کا ارادہ کرتے ہوئے میں وضو کرنے چلی گئی۔ عشا تو وقت پر پڑھ لی تھی۔ شکرانے کے دو نفل پڑھنے تھے۔

سجدے میں سر رکھا تو ابا جی کی سکھائی ہوئی دعا زبان دہراتی چلی گئی۔ ”اے میرے رب! مجھے وہ خیر عطا کر جو تُو نے میرے لیے رکھی ہے۔“ (سورۂ قصص)

نفل مکمل ہوئے تو دعا بھی کی اور رب کا شکر بھی ادا کیا۔

صبح ایک سہانا دن اپنے جلو میں لیے طلوع ہوئی۔ معمولات سے فارغ ہوئی تو تحائف کو کھولا۔ بہت سے تحفے ایسے تھے جن میں ضرورت کو اہم رکھا گیا۔ سب نے تحفہ دیتے وقت اپنی حیثیت دیکھ کر تحفہ دیا تھا۔ مجھے اس بات پر بہت خوشی ہوئی۔ میرا اپنا یہ اصول رہا ہے کہ کسی کے لیے بھی کوئی بھی شے خریدی جائے تو اپنی جیب کو دیکھنا چاہیے، لوگوں کا معیار نہ دیکھیں۔ کیونکہ ہم کبھی کسی کے معیار پر پورے نہیں اتر سکتے۔

خیر اب لفافوں کی باری تھی۔ چند لوگوں نے لفافوں کے ذریعے تحائف کا متبادل طریقے سے اپنے پیار و خوشی کا اظہار کیا۔

انہی لفافوں میں ایک لفافہ وہ بھی تھا جس نے اگلے کچھ دن کے لیے میری زندگی میں تلاطم برپا کر دیا اور جو اس تحریر کی وجہ بنا۔

لکھنے والے نے اپنا نام نہیں لکھا تھا، باقی جو دل میں آیا سب کچھ لکھ ڈالا تھا۔

خط کی چند سطریں پڑھتے ہی میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ میں نے جلدی سے الٹ پلٹ کر دیکھا کہ جان سکوں یہ کون میرا ایسا ہمدرد ہے؟ لیکن بہت کوشش کے باوجود بھی میں اس لفافے اور تحریر کو کسی سے منسوب نہ کر سکی۔

خط کا مضمون کچھ یوں تھا:

السلام علیکم باجی!

گھر تو آپ کا بہت اچھا ہے، مگر چھ آٹھ افراد کے لیے اتنا بڑا گھر محض دکھاوا اور ریا کاری ہی ہے۔

آپ نے جو رنگ پہنا ہوا ہے وہ آپ کی عمر سے بالکل میچ نہیں کر رہا۔ آئندہ یہ رنگ مت پہنیے گا۔ اسی طرح بالوں کو رنگنے سے بھی آپ کی عمر نہیں بدلے گی۔ اس عمر میں آپ کے ہاتھ میں تسبیح ہونی چاہیے تھی، کچھ اپنی عمر ہی کا لحاظ کر لیتیں۔

اچھا یہ جو اتنا زیور آپ نے پہنا ہوا ہے، اس کی وقت پر زکوٰۃ بھی دی ہے کبھی؟

اور اب ذرا دھیان سے رہیے گا۔ باقی کی زندگی تو بونس ہے۔ جو کچھ ہے وہ پیچھے رہ جانے والوں کا ہی ہے۔ دیکھیے نا اگر آپ اپنی زندگی میں کچھ نیک کام کر جائیں گی تو قبر میں آگ کم سے کم ہی ہو گی، کیونکہ اگلا گھر تو بس قبر ہی ہے۔

اس سے آگے یا تو لکھا کچھ نہیں تھا یا تو مجھ سے پورا پڑھا نہیں گیا۔ دل کی دھڑکن قابو سے باہر تھی اور آنسو گھڑی کی ٹک ٹک سے بھی تیز رفتاری سے بہہ رہے تھے۔

اس وقت تو فطری طور پر میرے ذہن میں سوال بس ایک ہی تھا کہ آخر کون ہے یہ میرا ایسا خیر خواہ؟

اسی وقت کمرے کے دروازے سے بڑی بہو داخل ہوئی جو مجھے دوپہر کے کھانے پر بلانے آئی تھی۔ میری آنکھوں میں دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ میں نے خط جلدی سے چھپاتے ہوئے بہانہ بنایا کہ بس لوگوں نے اتنے پیار سے اتنے اچھے تحائف دیے ہیں کہ خوشی سے آنکھیں بھر آئیں۔ مجھے بالکل بھی بھوک نہیں ہے بیٹا، بس میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔

اور پھر بستر پر دراز ہو کر سوتی بن گئی۔

میری آنکھیں بند تھیں مگر میں ماضی میں پہنچ گئی تھی۔

میں نے ایک متوسط درجہ کے علاقے میں رہنے والی مڈل کلاس گھرانے میں شعور کی آنکھ کھولی تھی۔ والد نہایت نیک اور رزق حلال کما کر اپنے خاندان کی کفالت کرنے والے تھے۔ والدہ بھی گھرداری کو اسی اصول پر چلانے کی قائل تھیں۔ ہم کرائے کے گھر میں رہتے تھے۔ میری بڑی خواہش تھی کہ گھر اپنا ہو۔ میری شادی تک مگر یہ ممکن نہ ہو سکا۔ محدود وسائل کے باوجود اپنے شوق اور اماں کی خواہش پر گریجویشن تک پڑھا۔ ابا ہی کی طرح نیک اور ایمان دار شریکِ سفر ملا۔

اماں ابا کی دعاؤں اور اچھی تربیت سے وقت اچھا گزرنے لگا۔ اللہ نے دو بیٹے اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ میں نے ہر مشکل میں شوہر کا ساتھ دیا۔ اپنی خواہشوں کو دبایا اور باقی سب کی خواہشات کا احترام کیا۔ ہر طرح بچت کیتا کہ اپنا گھر بن سکے۔ بچے بڑے ہو رہے تھے۔ تعلیمی اخراجات بڑھ رہے تھے۔ کچھ کمیٹیاں کام آئیں اور کچھ کفایت شعاری سے گھر چلایا۔ اللہ کا کرم رہا کہ ساس سسر کی دعاؤں اور میری خدمت اور صبر نے مجھے بہترین ثمر دیا۔ بچوں کا تعلیمی سفر مکمل ہوا۔ بچیوں کی شادیاں بھی ہو گئیں۔

شادیوں کے فوراً بعد نئے گھر کی تعمیر شروع کروا دی گئی تھی۔ ساس سسر سے وراثت میں

ایک پلاٹ میرے شوہر کو ملا تھا، اسی کی تعمیر آہستہ آہستہ مکمل ہو رہی تھی۔ اسی دوران میں بیٹوں کی شادیاں بھی ہو گئیں۔ ہر کمیٹی کے نکلنے پر گھر کی تعمیر کا کوئی کام کروالیا جاتا۔ کبھی دونوں بیٹے مل کر کوئی کام کروا دیتے۔ بس یوں ۲۵ سال کی عمر میں شوہر کے گھر رخصت ہو کر آنے والی نے شادی کے تیس سال بعد اپنے نئے گھر میں قدم رکھتے ہی اس بات کی نیت کر لی تھی کہ گھر کی خوشی میں تمام رشتے داروں، دوست احباب اور نئے محلے داروں کو کھانے پر ضرور مدعو کروں گی۔

اور سب نے بہت محبت بھی دی، نیک تمناؤں کا اظہار بھی کیا، سوائے اس ایک خط کے لکھنے والی کے۔

کیونکہ یہ خط لکھنے والی یہ نہیں جانتی تھی کہ اس گھر کو بنوانے کے لیے میں نے اپنا کتنا دل مارا تھا! ایک ایک چیز جو میری ضرورت کی ہوتی تھی میں نے اسے قربان کیا تھا۔ لباس موسم کے مطابق پہنا نہ خوراک مَن چاہی کھائی۔ نہ تقریبات میں دوڑ دوڑ کر جاتی تھی۔ نہ صرف اپنے بچوں کو خود پڑھایا بلکہ ٹیوشن پڑھا کر بچت کرتی رہی۔ اور اس مکان کی تعمیر کے لیے اماں ابا کا دیا ہوا زیور بھی بیچ دیا، کچھ بچوں کی تعلیم پر۔ ہاں اپنی ضروریات تو قربان کیں لیکن کبھی دینی مصارف خرچ کرنے میں نہیں ہچکچائی۔ بقدرِ توفیق دل کھول کر خرچ کیا۔ زکوٰۃ ہی نہیں صدقات بھی اہتمام سے دیتی رہی۔ اور آج جب دونوں بیٹے اچھے عہدوں پر فائز ہو گئے ہیں، اچھا وقت آیا ہے اس خاص دن رب کا شکرانہ ادا کرتے ہوئے اپنی پسند کا لباس بھی پہنا اور پسندیدہ رنگ بھی۔ سونے کے زیورات اب میرے پاس کہاں تھے۔ یہ تو مصنوعی زیورات کی دو تین چیزیں تھیں۔ بالوں کو مہندی کے رنگ سے رنگا تھا۔ لباس مکمل تہذیب کے دائرے میں اور رنگ عمر کے مناسبت ہی سا تھا، مگر نجانے کیوں اب شاید نئے کپڑے، ہلکا پھلکا زیور اور رنگے ہوئے بال میری اس شخصیت سے مطابقت نہ رکھتے تھے جو پچھلے تیس برسوں سے میں خود سے غافل ہو کر گزارتی آئی تھی۔ لوگ مجھے اُسی سادہ حلیے میں دیکھنے کے عادی تھے۔ اب یہ تبدیلی شاید اُن سے ہضم نہ ہو رہی تھی۔

زندگی کے تیس سال میں نے تین کمروں کے گھر میں گزارے تھے۔ جہاں ساس سسر بھی تھے چار بچے بھی اور ہم دونوں میاں بیوی بھی۔ اب گھر بھی بڑا تھا۔ صحن بھی کمرے بھی۔ تازہ ہوا بھی۔ پھول پودے بھی۔ اپنی سواری بھی، نیک برسرِ روزگار اولاد، شادی شدہ بیٹے بیٹیاں بھی۔

ہر طرح کی خوش حالی ہے، اللہ کا بڑا کرم ہے مگر دل میں ایک چبھن سی ہے۔ وہ کون تھی وہ کسی کی تحریر تھی جس نے ایسی سفا کی سے چن چن کر وار کیے تھے۔

میں کیسے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کروں۔ اس کی عطا کو کیسے ٹھکرا دوں اور بار بار یہ کہوں کہ اب اچھا کھانے پہننے اور اوڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔

"اب وہ دل نہیں رہا۔"

رہی بات گھر کی تو (بحیثیت مسلمان) والدین کی ملکیت بچوں ہی کا حق ہوتی ہے اور وہ انھیں احکامِ الٰہی کے مطابق ہی ملے گا۔

قصہ مختصر؛ ایسے ناصحین سے بس اتنا کہوں گی کہ دل اور گھر بڑی محنت سے بنتے اور تعمیر کیے جاتے ہیں۔

انھیں اپنی بارودی سوچ اور طوفانی لفظوں سے مسمار نہ کیا کیجیے۔

شادی میں دینے کے لیے ایک قیمتی تحفہ

دُلہا دُلہن نیک ہوں گے تو ایک بھی ہوں گے اِن شَاءَاللہُ تَعَالٰی

نیکی کی طرف مائل کرنے میں مددگار کُتب

تحفہ دُلہن

خوشگوار زندگی کے سنہری اصول ✿ کامیاب بیوی کی 6 خوبیاں

سسرال میں خوش رہنے کی تدابیر ✿ ایک ماں کی 10 وصیتیں

سادہ ایڈیشن -/250
اعلیٰ ایڈیشن -/500

تحفہ دُلہا

نیک بیوی کے لیے دعائیں ✿ پُرسکون زندگی بنانے میں مددگار

باہمی محبت اور جھگڑوں سے حفاظت کی تدابیر

سادہ ایڈیشن -/195
اعلیٰ ایڈیشن -/360

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف

اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

GET IT ON Google Play

بیتُ العِلم

کراچی فون: 021-32726509 ، موبائل: 0309-2228089

لاہور فون: 042-37112356

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

جبین چیمہ

۹ اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا!

وہ اٹھا تو بچے بھی اسکول سے آچکے تھے۔ انھوں نے ماموں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔ وہ امی، فریال اور فریال کے بچوں کی باتیں کرتا رہا۔ وہ کافی خوش نظر آرہا تھا۔ لیلیٰ بار بار اس کے چہرے سے کچھ کھوجنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تب وہ ہنستے ہوئے بولتا:

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ بھئی میں غزہ کی پٹی سے مصر پہنچا۔ وہاں سے ریڈ کراس والوں کے ساتھ شامل ہو کر نئے نام سے پاسپورٹ لیا اور پھر افغانستان چلا گیا۔ لیلیٰ! میں نے جب انھیں بتایا کہ ہمارے پاس انھیں دینے کے لیے سوائے دعاؤں کے اور کچھ بھی نہیں تھا تو ان سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ ہماری ماؤں، بہنوں، بچوں اور ہم سب نے ان کے لیے کتنی دعائیں کی ہیں اور اب ہم اپنے آپ کو اس فتح سے کتنا مضبوط محسوس کرنے لگے ہیں تو خوشی سے ان کے چہرے چمکنے لگے۔''

''لیکن اب تم واپس غزہ کیسے جاؤ گے؟'' لیلیٰ پریشانی سے بولی۔

وہ جانتی تھی کہ اس عقوبت خانے میں داخلے کا صرف ایک ہی راستہ ہے جہاں جگہ جگہ اسرائیلی چوکیاں قائم ہیں۔ وہاں ہر ایک کی انتہائی باریکی سے پڑتال ہوتی ہے۔ لیلیٰ کو یاد تھا غزہ سے واپسی پر ابراہیم کی شہادت کو لے کر انھوں نے انھیں کتنا تنگ کیا تھا۔ وہ مشکوک ہو گئے تھے۔

''بس اللہ مالک ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اتنی جلدی ان کے قبضے میں آؤں گا نہ ہار مانوں گا، بس تم دعا کرتی رہو۔''

اور اس رات وہ آدھی رات کو چلا گیا تھا۔ ناصر بھی اس کے ساتھ گیا تھا، مگر وہ کہاں گیا۔ کیسے گیا۔ دونوں نے اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

زندگی کے ماہ و سال گزرتے جا رہے تھے۔ دلوں میں اپنے پیاروں کی یادیں لیے ہوئے۔ کبھی کبھی غادہ اسے کہتی کہ وہ نانی اور خالہ سے ملنا چاہتی ہے مگر پھر ساتھ ہی اسے نانا اور ابراہیم کے خون سے تربتر جسم یاد آجاتے تو وہ چپ ہو جاتی۔ شروع شروع میں وہ رونے لگتی تو چپ ہی نہ ہوتی۔ تب ایک دن لیلیٰ نے اسے کہا کہ اگر وہ اسی طرح شہیدوں کو روتی رہے گی تو کبھی شہادت نہیں پا سکے گی، پھر کھڑی رہنا اللہ رب العالمین کے سامنے حساب کتاب دینے کے لیے جبکہ شہدا بغیر حساب کتاب کے سیدھے جنت میں پہنچ جائیں گے۔

تب سے اس نے آنسوؤں پر قابو پانا سیکھ لیا تھا۔ لیلیٰ نے اسے بتایا کہ شہیدوں کی موت پر آنسو بہانے سے آپ کا غم ہلکا ہو جاتا ہے جب کہ مومن اس غم کو غیظ و غضب میں ڈھالتا ہے۔ اس سے قوت حاصل کرتا ہے کہ وہ کفر سے اپنے پیاروں کے خون کا بدلہ لے سکے اور دوسری بات یہ کہ وہ کبھی بھی رو کر اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے آپ کو کمزور اور بے بس ظاہر نہیں کرتا۔ اللہ اس سے جو بھی قربانی لیتا ہے، اس کے بدلے اس کے انعامات جو اسے ملنے والے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور اس کے مقابلے میں قتل کرنے والے درندوں کے لیے جو عذاب اللہ نے تیار کر رکھا ہے، وہ بہت بڑا ہے۔

اور اب آج کل غادہ قرآن حکیم اور احادیث کی کتابیں پڑھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ حمزہ بھی اس سے بہت کچھ سیکھتا جا رہا تھا۔

ناصر نے جاتے وقت لیلیٰ سے ملتے ہوئے اچانک اس سے پوچھا تھا کہ ''اس صحن میں ابراہیم کے قدموں کے نشان تو ہوں گے، تم نے انھیں کیوں نہیں محفوظ کیا۔ ابراہیم کی ہر چیز کو محفوظ رکھو۔ اپنے غم کو اس وقت تک تازہ رکھو، جب تک ہم ان کے خون کا انتقام نہ لے لیں۔ یہ دیکھو......''

اس نے اپنے جسم سے بندھا ہوا رومال کھولا جس پر ابھی بھی خون کے نشان تھے۔

''یہ شہیدوں کے نشان ہیں۔ میرے پاس شہیدوں کی ایسی بہت سی نشانیاں ہیں۔ جو مجھے ہر وقت یاد کرواتی ہیں کہ مظلوموں کا خون پکار رہا ہے: الکفاح الکفاح!

بس دعا کرو، ہم ان شاء اللہ فتح یاب ہوں گے، کیونکہ یہ راستہ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا راستہ ہے اور ہم اس کی فوج کے سپاہی ہیں۔''

اور قاسم کے جانے کے بعد وہ کئی دنوں تک سوچتی رہی کہ چیونٹی اور ہاتھی کی لڑائی میں فتح چیونٹی کی کیسے ہو سکتی ہے مگر افغانستان میں ایسا ہو چکا تھا اور تب غزہ کے مظلوم بھی اس قفس سے نکلنے کو پر تول رہے تھے، جس میں ان تک صرف وہ اناج اور غذائیں پہنچتی تھیں جو انھیں

بس زندہ رکھیں، مضبوط نہ بنائیں۔ غزہ میں سریا لوہا لے جانا منع تھا کہ کوئی ہتھیار۔ ایسے میں اتنے وثوق سے فتح یابی کی باتیں کرنے والا قاسم جن راستوں سے آیا تھا انہی راستوں سے لوٹ گیا۔

☆......☆

قاسم کو گئے کافی عرصہ ہو چکا تھا جب ایک دن لیلیٰ کو اس کی امی کا فون آیا کہ اسے لگتا ہے اس کے پاس وقت بہت تھوڑا بچا ہے۔ بس مرنے سے پہلے وہ ایک دفعہ اسے، اس کے بچوں کو دیکھنا چاہتی ہے۔ اسے غزہ سے لوٹے چھے سال ہو گئے تھے اور وہ خود بھی ایک بار اپنی امی، فریال اور اس کے بچوں کو دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے ناصر سے بات کی تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔

اردن میں اسرائیلی سفارت خانہ ایک مدت سے قائم تھا مگر اردن کے عام شہری اور فلسطینی اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ وہ ان کے لیے ان کے سینے میں گڑی میخ کی طرح تھا۔

فلسطینی سفارت خانہ بھی تھا، مگر وہ خود بھی وہاں اسرائیل کی حمایت اور اُن کے اجازت نامے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ لوگ پہلے دو دفعہ غزہ گئے تھے۔ ناصر کو تو اجازت نامہ ہر جگہ سے آسانی سے مل جاتا تھا مگر لیلیٰ کے لیے اب شاید اتنا آسان نہ ہوتا کہ اسرائیلی پچھلی دفعہ مشکوک ہو گئے تھے۔

’’چلو کوشش کر دیکھتے ہیں مگر بچوں کے تو اسکول کھلے ہیں انھیں میری بہن کی طرف چھوڑ دیتے ہیں۔‘‘

ناصر نے پروگرام طے کیا۔ ’’اس دفعہ یہیں سے ویزا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔‘‘ ناصر نے کہا۔ ’’میرا خیال ہے مل جائے گا۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘ لیلیٰ نے سر ہلایا۔

اس دفعہ انھوں نے ویزے کے لیے درخواست دی تو اپریل کا مہینہ تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ عید لیلیٰ کی امی کے ساتھ کر کے واپس آ جائیں گے مگر ان کی درخواست نجانے کون کون سے مراحل طے کر رہی تھی کہ بچوں کی اسکول سے چھٹیاں بھی ہو گئیں۔ تب دونوں بچے بھی ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔

’’کیا پتا اس بار مجھے بھی شہادت نصیب ہو جائے۔‘‘ غادہ سوچتی۔ ’’آخر وہاں ہر روز شہادتیں ہوتی ہیں۔‘‘

بچوں کی چھٹیاں آئیں اور گزر گئیں مگر انھیں ویزا نہیں ملا۔ ناصر کا پاسپورٹ تو واپس کر دیا گیا تھا مگر لیلیٰ کا پاسپورٹ جو کہ اردن کی حکومت نے جاری کیا تھا۔ وہ ابھی تک تفتیش کے مرحلے میں تھا اور پھر آخر کار ایک طویل انتظار کے بعد لیلیٰ کو بھی پروانہ راہداری مل گیا اور وہ اکتوبر کی پہلی تاریخ تھی جب انھوں نے غزہ میں قدم رکھا۔

غزہ کے اندر جانے والی واحد سڑک جہاں قدم قدم پر اسرائیلی چوکیاں تھیں۔ ان چوکیوں سے ان تک اناج کا جو دانہ بھی پہنچتا۔ دس جگہ اس کی پہلے پڑتال ہوتی۔ انسانوں کا اندر جانا تو بہت ہی مشکل تھا اور نکلنا اس سے بھی مشکل۔

خیر وہ اکتوبر کی تین تاریخ تھی جب لیلیٰ اور اس کا میاں ناصر ایک دفعہ پھر غزہ میں تھے۔ انھوں نے لیلیٰ کے والدین کے گھر کے قریب ترین ہوٹل میں سامان رکھا اور شام کو ٹہلتے ہوئے ایک پارک میں پہنچ گئے، جہاں امی اور فریال، فریال کے بچوں کے ساتھ پہلے سے ہی موجود تھیں۔ اِس دفعہ لیلیٰ اور ناصر کو لگا تھا کہ ان کی نگرانی کی جا رہی ہے، اس لیے وہ سب سے ایسے ہی ملے جیسے سرِ راہ ملاقات ہو رہی ہو۔ اس کے بعد ناصر تو اپنے کاموں میں مشغول ہو گیا اور لیلیٰ جو غزہ کے لوگوں کے لیے بظاہر امدادی سامان لے کر آئی تھی۔ اس نے اپنے گھر کے قریب ڈیرہ لگا لیا۔ اس کی والدہ دکھوں سے چور بظاہر عزم و ہمت کی چٹان بنی ہر ایک کو حوصلہ دیتی نظر آتیں مگر کبھی کبھار وہ لیلیٰ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر اسے غور سے دیکھتی رہتیں اور پھر بڑبڑانے لگتیں:

’’وہ بھی ایسی ہی تھی۔ اتنی ہی بڑی ہو گی اب۔ اگر وہ میرے پاس ہوتی تو میں اس کی شادی کرتی۔ اسے دلھن بناتی، پھر تمھارے اور فریال کی طرح اس کے بھی بچے ہوتے اور پھر یہ درندے ان بچوں کو مار ڈالتے جیسے انھوں نے تمھارے بچوں کو مارا۔‘‘

اُن کی بوڑھی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے مگر جلد ہی وہ خود پر قابو پا کر آسمان کی طرف دیکھتیں اور بڑبڑاتیں۔ ’’تیری مرضی، تیری رضا۔ تُو اس آزمائش سے ہمیں سرخ رو کر۔ ہم تیری رضا میں راضی ہیں۔‘‘

یہاں سب کے سینے ایسے ہی چھلنی تھے۔ لوگ اپنے زخموں کو چھپائے کسی اچھے دن کی آس میں جیے جا رہے تھے۔

وہ لوگ ابا اور ابراہیم کی شہادت سے پہلے حلیمہ کے لیے تڑپتے تھے۔ تب وہ محض گیارہ بارہ سال کی تھی۔ جلد ہی ابا اس کی موت کی دعائیں کرنے لگے کہ اسرائیلی درندوں کے ہاتھوں پامال ہونے سے بہتر ہے کہ اللہ اسے اپنے پاس بلا لے مگر انھیں کبھی صبر نہ آیا۔ وہ اکثر ریڈ کراس کے نمائندوں کو اس کی تصویر دکھا کر بتاتے کہ کس طرح یہ انسانیت کے دشمن ان کے بچوں کو زندہ پکڑ کے زندانوں میں ڈال دیتے ہیں جن کا بعد میں سراغ ہی نہیں ملتا مگر کہیں بھی شنوائی نہ ہوتی۔ (جاری ہے)

☆☆☆

اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھیں!

اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھیے۔ گھریلو اشیاء میں بے ترتیبی نہ ہو، ہر چیز اپنے مقام پر اور مناسب انداز میں رکھی نظر آئے۔ بستر کی چادریں، پہننے کا لباس، دروازوں پر لٹکے ہوئے پردے غرض ہر چیز صاف ہو۔ آپ کا باورچی خانہ کباڑ خانہ نظر نہ آئے۔ اسی طرح دیواروں پر جالے یا کونوں کھدروں میں کیڑے مکوڑے چھپے ہوئے نظر نہ آئیں۔ یہ آپ کا ظاہری ماحول ہے جو آپ کی باطنی پاکیزگی، طبعی نفاست اور معاشرتی تہذیب پر دلالت کرتا ہے۔ صاف ستھرے ماحول سے انسانی قلب پر بھی بہت اثر ہوتا ہے، طبیعت مسرور اور مطمئن رہتی ہے۔

نیز دعاؤں کا اہتمام بھی بہت کریں، مثلاً جب گھر میں داخل ہوں تو:

أَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسئَلُکَ خَیرَ الْمَوْلَجِ وَ خَیرَ الْمَخْرَجِ بِسمِ اللّٰہِ وَ لَجْنَا وَ عَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَ کَّلْنَا۔

پڑھ کر داخل ہوں، نکلیں تو:

بِسمِ اللّٰہِ تَوَ کَّلتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

پڑھ کر نکلیں اور درج ذیل دعا کو تو معمول بنا لیں:

اللّٰھم وَسِّع لِی فِی دَارِیْ وَ بَارِکْ لِی فِی رِزْقِی۔

اے میرے اللہ! میرے گھر کو وسیع کر دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما دے۔

بنت محمد احمد۔ کراچی

عفت مظہر۔ اسلام آباد

اشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اشک بہانا رقیق القلب ہونے کی علامت ہے لیکن جب بھی اشکوں کی بات آتی ہے، عورت کا تصور ابھر کر سامنے آجاتا ہے، کیونکہ مشاہدہ اور مطالعہ یہی ہے کہ ''آنسو عورت کا ہتھیار ہیں'' جبکہ اشک بہانا مردوں کی شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ مرد جذباتی طور پر مضبوط اور توانا ہوتا ہے، سو مرد اشک شوئی تو کر سکتے ہیں، اشک باری نہیں۔

لیکن ایسی بات ہرگز نہیں۔ ہمارا دین مردوں کو آنسو بہانے سے نہیں روکتا بلکہ اس کی ترغیب دیتا، فضائل سناتا ہے، ہاں شکوے شکایت، بین، نوحے کے آگے ضرور بند باندھتا ہے۔

آنسو بہانے کو تو قساوتِ قلبی کا توڑ کہا گیا ہے۔

خود اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز رسولوں کے اوصاف میں آنسو بہانے کا ذکر بھی کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

اور ہم نے (انھیں) چن لیا۔ جب ان پر رحمن کی آیات تلاوت کی جاتیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔ (سورۂ مریم)

اپنے نیکوکار اولیا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اور وہ روتے ہوئے اپنی ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور وہ (قرآن) انھیں عاجزی میں زیادہ کرتا ہے۔ (سورۂ بنی اسرآئیل)

اپنے دشمنوں کی سنگ دلی اور سخت مزاجی پر ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا پھر اس بات (قرآن) پر تم تعجب کرتے ہو؟ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں؟'' (سورۃ النجم)

اور لوگوں کے ایک گروہ کی یوں تعریف فرمائی:

''اور جب وہ رسول پر نازل کیا گیا کلام سنتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ (مائدہ)

اب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

فرمایا: ''تین افراد کی آنکھیں دوزخ نہیں دیکھیں گی۔ ایک آنکھ وہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیا، دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی خشیت سے روئی اور تیسری وہ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے باز رہی۔'' (طبرانی)

فرمایا: ''اللہ عزوجل فرمائیں گے: دوزخ میں سے ہر ایسے شخص کو نکال دو جس نے ایک دن بھی مجھے یاد کیا یا میرے خوف سے کہیں بھی مجھ سے ڈرا۔'' (ترمذی)

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا انسان دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ دودھ، تھن میں واپس نہ چلا جائے اور اللہ کی راہ میں پہنچنے والی گردوغبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔'' (ترمذی)

نیز فرمایا: ''جس مسلمان کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر خوفِ خداوندی کی وجہ سے آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر آگریں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرمادے گا۔''

(ابن ماجہ)

رب العالمین سے ڈرنے والوں کے سردار اور قیامت کے دن مخلوق کے امام خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھیں بھی خشیت وعظمت الٰہی سے بھیگی رہتیں۔ کبھی تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ آپ کے آنسوؤں نے صحابہ کرام کی وہ تربیت کی اور ان کے دلوں پر ایسے اثرات مرتب کیے جو بڑے بڑے موثر خطابات اور وعظ نہیں کر سکتے کیونکہ آنسو بہانا دل کی خشیت اور روح کی صفائی کی دلیل ہے۔

ایک بار اپنے سامنے طرح طرح کے کھانے دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہو گئے اور بے اختیار آپ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورۂ نساء کی چند آیات سنیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔

نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت گریہ طاری ہو جاتا۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ہنڈیا کے ابلنے جیسی آواز آرہی تھی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جہنم کا نقشہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برداشت نہ ہوا اور رو پڑے۔ قرآن پاک پڑھتے تو جہنم کا عذاب کا ذکر آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔

اسی طرح بدر کے موقع پر آنکھیں بھیگ گئیں۔

غم کے مواقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے، اس حالت میں کہ زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد جاری تھی۔ زباں مبارک حمدیہ الفاظ کا ورد کرتی رہی اور مبارک آنکھیں آنسو بہاتی رہیں۔ چند مواقع یہ ہیں:

آپ والدہ کی قبر کے سامنے بیٹھ کر اتنا روئے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا کبھی روتے نہیں دیکھا۔

ابو طالب کے فوت ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے، کیونکہ آخری وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش کی کہ محبوب چچا کی زبان پر کلمہ جاری ہو جائے لیکن ساری کوششیں لاحاصل رہیں۔

آپ اپنی محبوب بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر اشک بار ہوئے اور بعد میں بھی جب جب ان کی یاد آتی، چشم مبارک نم ہو جاتی۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل مبارک انتہائی نرم تھا۔ اپنے صحابہ کرام کے بیمار ہونے یا ان کو کوئی تکلیف پہنچنے پر محبت والفت اور حزن کی وجہ سے بھی رو پڑتے، چنانچہ جب آپ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے جبکہ وہ سخت بیمار تھے تو آپ ان کی یہ حالت دیکھ کر خود پر ضبط نہ رکھ سکے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے، یعنی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کم سن بیٹے کو مرض الموت میں دیکھا تو آپ رو پڑے۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحبزادی کے گھر پہنچے۔

پیارے نواسے کو دیکھا تو اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالا ہے اور اللہ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے آئے تو اُن کی حالت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

اسلام کی سب سے پہلی شہید خاتون ام عمار حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نہایت مظلومانہ شہادت دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نم دیدہ ہوگئے۔

بوقت ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے پلٹ کر مکہ شہر کی طرف دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا کہ اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو خدا کی قسم میں کبھی نہ جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی صاحبزادی سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی تو قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور آنسو بہتے تھے۔ صاحبزادی سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی تو آپ کے اشک بہے۔ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح اور رخصتی پر رونا آگیا۔ بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے جنازے کے بعد ان کی قبر پر بیٹھ گئے اور اس منظر کی ہولناکی، عاقبت کی یاد اور اس انجام پر غور وفکر سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب شہدا کے سردار اپنے محبوب چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہوئے دیکھا تو ان کی حالت دیکھ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کفن پہنایا جارہا تھا۔ سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا (حالانکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ کے امیر ترین لوگوں میں سے تھے) تو ان کی ایسی بے کسی کی حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھیں رو پڑیں۔ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جنگِ موتہ میں شہید ہوئے، ان کی شہادت کی خبر نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو تر کردیا۔

رونا دل کی نرمی کا باعث ہوتا ہے مگر نجانے ہمارے آنسو کہاں گئے، ہماری عبادات میں گریہ وزاری کیوں نہیں، نہ خوفِ الٰہی ہی سے ہمیں رونا آتا ہے نہ کسی کی تکلیف دیکھ کر ہم تڑپتے ہیں۔ فلسطین کے مسلمانوں پر ہونے والا ظلم وستم دیکھ کر بھی ہم نہیں روتے۔ اے کاش! ہمیں اپنے اور امت مسلمہ کی حالت زار پر ہی رونا آتا، اللہ رب العزت کی خشیت سے ہماری آنکھیں بھیگتیں تو آج کا یہ رونا کل اس وقت ہمارے کام آتا جب آنکھیں خون بھی بہائیں گی تو کچھ کام نہ آئے گا۔

☆☆☆

آپ کا دستر خوان

دال گوشت

دال گوشت ہانڈی گوشت سے بنی ایک لذیذ اور شاندار ڈش ہے، جسے زیادہ تر ارہر یا چنے کی دال میں بنایا جاتا ہے۔ یہ خوش ذائقہ کھانا دوپہر یا رات میں چاول یا تندور کی روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

میمونہ واجد۔ کراچی

چار افراد کے لیے اجزا:

گائے کا گوشت آدھا کلوگرام، گھی آدھا کپ، پیاز کا پیسٹ ایک کپ، ادرک لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، پسے ہوئے ٹماٹر ایک کپ، ٹماٹر کا پیسٹ دو کھانے کے چمچ، ثابت گول مرچ چار سے پانچ عدد، پسا ہوا زیرہ ایک چائے کا چمچ، پسا ہوا دھنیا ایک چائے کا چمچ، گرم مسالہ ایک چائے کا چمچ، کشمیری لال مرچ ایک چائے کا چمچ، ہلدی پاؤڈر چائے کا چمچ، لال مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، نمک حسبِ ذائقہ، پانی لیٹر، ارہر کی دال بھیگی ہوئی آدھا کلو، ہری مرچیں تین سے چار عدد، تازہ ہرا دھنیا کٹا ہوا سجاوٹ کے لیے، ہری مرچیں کٹی ہوئی سجاوٹ کے لیے۔

ترکیب:

ایک پتیلی میں درمیانی آنچ پر گھی گرم کرلیں اور اس میں پیاز تل لیں۔

پھر اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ اور گوشت ڈال کر اچھی طرح پکالیں۔

گوشت تھوڑا بھون جائے تو پسے ہوئے ٹماٹر اور ٹماٹر کا پیسٹ دونوں ڈال کر اچھی طرح ملالیں۔ اب اس میں ثابت لال مرچ، پسا ہوا دھنیا، پسا ہوا زیرہ، گرم مسالہ، کشمیری لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر اور نمک ڈال کر اچھی طرح بھونیں۔

کچھ دیر بھنائی کے بعد آدھے لیٹر پانی کے ساتھ پہلے سے بھیگی ہوئی ارہر (یا چنے) کی دال اور ہری مرچیں ڈال کر ڈھانک دیں اور ہلکی آنچ پر مزید پندرہ منٹ یا اس وقت تک پکائیں جب تک گوشت اچھی طرح گل نہ جائے اور دال اچھی طرح پک نہ جائے۔

ہرا دھنیا اور کٹی ہوئی ہری مرچوں سے سجاوٹ کر دیں۔

خوش رنگ اور خوش ذائقہ دال گوشت تیار ہے۔

کھجور کا حلوہ

اجزا: کھجور آدھا کلو، چنے کی دال ایک پاؤ، دودھ دو کلو، گھی ایک پاؤ، کیوڑہ دو بڑے چمچ، پستہ بادام 50 گرام، چند دانے سبز الائچی، چینی 150 گرام۔

ترکیب:

چنے کی دال دھو کر دودھ میں ابال لیں۔ دال گل جائے تو اسے پیس لیں۔ کھجوروں کی گٹھلیاں نکال میدہ بنالیں۔ گھی میں الائچی کڑکڑا ئیں۔ دال کھجور اور چینی تینوں چیزیں ڈال کر گھی میں بھونیں۔ جب گھی الگ ہونا شروع ہوجائے تو کیوڑہ اور پستہ بادام ملا کر کسی ٹرے میں پھیلا دیں اور ٹھنڈا ہوجانے پر ٹکڑیوں میں کاٹ لیں۔ سردیوں کی بہترین میٹھی ڈش تیار ہے۔

کھوپرے کی مٹھائی

اجزا: ایک کلو کھوپرا کدوکش کیا ہوا۔ آدھا کلو چینی۔ آدھا کلو کھویا۔ چند دانے سبز الائچی کے۔ تھوڑا سا بادام پستہ کش کیا ہوا۔ گھی آدھی پیالی۔

ترکیب:

کڑاہی میں ایک پیالی پانی ڈالیں۔ اب اس میں آدھا کلو چینی ڈال کر مسلسل ہلائیں۔

جب ایک تار کا شیرا تیار ہوجائے تو اس میں سبز الائچی، گھی اور کھویا بھی ڈال دیں۔

شیرے والا برتن چولہے سے اتار کر یہ چیزیں ڈالتی رہیں۔ بہت ہلکی آنچ رکھیں، آخر میں سب چیزوں کو اچھی طرح مکس کریں۔ جب خوشبو آنے لگے تو پستہ، بادام ڈال کر کسی خوبصورت سی پلیٹ میں سجا دیں۔

بیٹیوں کے نام

والدہ فرخ جمیل۔ واہ کینٹ

میری عزیز بیٹیو! آج میں آپ کو اپنی اٹھتر (۷۸) سالہ زندگی کا نچوڑ پیش کر رہی ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس سے سبق حاصل کریں گی۔

☆......بطور مسلمان ہمیں اپنی بچوں کی، گھر اور معاشرے کی پاکیزگی اور صفائی کا خاص اہتمام رکھنا چاہیے کہ صفائی ایمان کا حصہ ہے۔

☆......دوسروں کے جذبات اور خیالات کا اتنا ہی احترام کرنا چاہیے جیسا کہ ہم اپنے جذبات اور خیالات پر یقین رکھتے ہیں۔ دلوں کو ٹھیس پہنچانا ایمان کو کمزور کر دیتا ہے۔

☆......بڑوں کی عزت و توقیر اور چھوٹوں پر شفقت اور درگزر ہمارے ایمان کا حصہ ہونا چاہیے، چاہے اس میں کتنا ہی دل پر جبر کرنا پڑے۔

☆......ضروری ہے کہ ہم کسی کی بھی شکایت یا گلہ پر آپس میں ناراض نہ ہوں۔ فراخدلی، فراخ نظری اور تحمل مزاجی دکھا کر دشمن کا دل بھی موم کیا جا سکتا ہے۔

☆......اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے اپنا کر ہی ہم دنیا اور آخرت میں سرخ رُو ہو سکتے ہیں۔ عزت، شفقت اور درگزر کامیابی کا راز ہیں۔

☆......اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے کوشش کریں کہ جھوٹ، حسد، غلط بیانی اور غیبت سے ممکن حد تک بچا جا سکے۔

☆......یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس کے فرشتے ہماری ہر حرکت اور گفتگو لکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

برصغیر کا معیاری رنگ و نام!

محمد شاہد فاروق۔ پھلور

ہم دنیا کے اُس خطے میں رہتے ہیں جہاں گندمی رنگ کو 'اسٹینڈرڈ کلر' کا درجہ حاصل ہے۔ اگر کسی کا رنگ اُس سے ذرا سا گہرا ہوگا تو وہ 'کالا' کہلائے گا اور اگر رنگ کچھ صاف ہوا تو وہ 'بگا' اور اگر زیادہ سفید ہوا تو وہ بغیر انگریزی سیکھے 'انگریز' کے رتبے پر فائز ہوجائے گا۔

اس معاملے میں ہم انسانوں اور جانوروں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے ہمارے معاشرے میں 'بچھڑے' اور 'بلونگڑے' انگریز بھی پائے جاتے ہیں، تاہم ان سے کبھی انگریزی میں گفتگو کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس کی وجہ ہمارا وہ احساسِ کمتری ہے جو انگریزی بولنے اور سمجھنے میں ہمیشہ آڑے آتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں کالے اور بگے کے علاوہ دھنک کے دیگر رنگوں کی طرح نیلے، نیلو اور بھورے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔

ہمارے ہاں جتنے کالے ملتے ہیں اتنے تو شاید جمیکا میں بھی نہ ہوں۔ ہر گلی محلے میں پانچ سات کالے لازمی طور پر موجود ہوتے ہیں۔ اِن کالوں کی مکمل شناخت کے لیے خاندان کا سابقہ ساتھ لگانا پڑتا ہے۔

ہمارے ہاں پیلا بچہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہوتا ہے کہ اس کے 'بگا' کے عہدے پر فائز ہونے کے امکانات بہت روشن ہوتے ہیں، تاہم اگر بدقسمتی سے وہ رنگ کے اس معیار کا مظاہرہ نہ کر سکے جو اس عہدے کے لیے درکار ہوتا ہے تو پھر اسے 'کالے' کے عہدے کے لیے منتخب کر لیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں بعض نام سکہ رائج الوقت کی طرح چلتے ہیں جبکہ دیگر ناموں کو غیر ملکی کرنسی کی طرح ممنوع تصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کے ہاں نام کی اس قدر قلت ہوتی ہے کہ کرنسی نوٹوں کی طرح نام کے ساتھ سابقے اور لاحقے لگا کر اس قلت پر قابو پاتے ہیں۔

ہمارے جاننے والوں کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو پیار سے اس کا نام ننھا رکھ دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیٹی دی تو ننھے کی نسبت سے اسے ننھی بنا لیا۔ کچھ عرصے بعد جب اللہ تعالیٰ نے انھیں دوسرا بیٹا دیا تو اس وقت تک ننھا کچھ بڑا ہو چکا تھا اس لیے وہ بڑا ننھا بن گیا اور نو زائیدہ کو چھوٹا ننھا بنا لیا گیا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے دوسری بیٹی سے نوازا تو پہلی ننھی کو ترقی دے کر بڑی ننھی کے عہدے پر فائز کر دیا جب کہ نئی مہمان کو چھوٹی ننھی بنا دیا گیا۔

اب ہمیں لگا ہے چھوٹے ننھے اور ننھی کی قسمت پر افسوس ہوتا ہے کہ انھیں زندگی میں ترقی کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے ان جاننے والوں کو مزید ایک ننھے اور ننھی سے نواز دیتا تو یہ دونوں چھوٹے درمیانے یا منجھلے درجے پر ترقی پا جاتے۔

ایک غلط فہمی جو ہمیں ہمیشہ لاحق رہی کہ صرف قومی پرچم کے دو رنگ ہوتے ہیں۔ معیوب مشاہدے کے بعد بھید کھلا کہ خواتین کے بھی دو رنگ ہی ہوتے ہیں۔ ایک چہرے کا اور دوسرا پاؤں کا۔ چہرے اور پاؤں کے درمیان جس قدر فاصلہ ہوتا ہے اسی قدر اُن کے باہمی رنگ میں فرق ہوتا ہے۔

ایک عرصے تک ہم 'ببلی' اور 'گوشی' کو زنانہ نام تصور کرتے رہے مگر چچا گوشی اور بھائی ببلی سے ملاقات کے بعد ہم جو ہمیشہ چچی مقبول اور خالہ ریاض کے نام پر نکتہ اعتراض اٹھاتے تھے اب مکمل چپ سادھ لی ہے اور تہیہ کر لیا ہے کہ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ 'عبدالغفور' اس کی ممانی لگتی ہے تو ہم بلا چوں چراں تسلیم کر لیں گے۔

جہاں تک رنگ کا تعلق ہے تو اِس معاملے میں خواتین اور گرگٹ، محمود و ایاز کی طرح ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ ان کے اصل رنگ کا اندازہ لگانا اگر ناممکن نہیں تو کم از کم اتنا مشکل ضرور ہے کہ اس پر لب کشائی کرتے ہوئے آپ کا اپنا رنگ اُڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ خواتین گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہیں اور اگر گرگٹ خواتین کی طرح البتہ خربوزہ صرف خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔

خواتین غصے سے لال پیلی نہ ہوں، ہم چلتے چلتے جناب گل نوخیز اختر کا واقعہ انہی کی زبانی بیان کر دیتے ہیں۔ گل نوخیز اختر صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''جب میں پہلی بار وصی شاہ سے ملا تو وصی شاہ صاحب کہنے لگے کہ آپ سے ملنے سے پہلے میں آپ کو خاتون ہی سمجھتا تھا تو میں نے جواباً کہا کہ شاہ جی! میں بھی آپ سے ملنے سے پہلے آپ کو مرد ہی سمجھتا تھا۔''

☆☆☆

ہزاروں برس تیری ماں تجھے روئے!

نجمہ ثاقب

مرے لاڈلے شیر خواروں کے قاتل!
ہزاروں برس تیری ماں تجھ پہ روئے
تمہی تو ہو وہ جس نے میرے چمن سے
محبت بھرے لمس کے پھول توڑے
مرے چاند چہروں کی پنگھوڑیوں میں
برابر سیہ رنگ عفریت چھوڑے
تمہی تو ہو وہ جس نے بارش سے پہلے
ہرے بور، خوشوں پہ بجلی گرائی
مسل کر یہ پاکیزہ، کومل ہتھیلی
مرے لعل کی جیب خرچی اڑائی
شگوفوں کو زہریلے ناخن چبھوئے
گلاب اور بیلے لہو میں ڈبوئے
ترا باپ تیری لحد کے جلو میں
سدا خوں کے اشکوں کی لڑیاں پروئے
مرے لاڈلے شیر خواروں کے قاتل!
ہزاروں برس تیری ماں تجھ پہ روئے

☆☆☆

Haft Roza "Khawateen Ka Islam" Regd.No:MC1437

ضروری اعلان

رسائل گھر بیٹھے حاصل کیجیے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اطلاعاً عرض ہے کہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے روزنامہ اسلام کے صرف اسلام آباد اور لاہور ایڈیشن کو پہلی جنوری سے بند کردیا گیا ہے، لیکن الحمدللہ مرکزی دفتر کراچی اور ملتان سے بدستور اخبار چھپ رہا ہے، نیز دونوں ہفت روزے بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام بھی اسی آب وتاب سے اتوار اور بدھ کو شائع ہورہے ہیں!

قارئین جو یہ سطور پڑھ رہے ہیں، ان سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے رشتے داروں، دوستوں اور دائرہ بچوں/خواتین کا اسلام کے اُن قارئین کو جنھیں آپ کسی طرح بھی جانتے ہیں اور انھیں رسائل نہیں مل پارہے، ہاکر انھیں منع کررہے ہیں تو براہِ کرم ہماری نمائندگی کرتے ہوئے اُن تک یہ بات پہنچائیے کہ بالکل پریشان نہ ہوں، دونوں رسائل باقاعدگی سے شائع ہورہے ہیں اور ہر شہر کی ایجنسی کے پاس حسب سابق پہنچ بھی رہے ہیں۔

پھر بھی اگر کسی وجہ سے آپ کی رسائی آپ کے محبوب رسائل تک نہیں ہورہی تو ایک بہت آسان اور سہولت والا طریقہ یہ ہے کہ کراچی دفتر رابطہ کرکے اپنے گھر کے پتے پر دونوں یا کوئی بھی ایک رسالہ سال بھر کے لیے لگوالیجیے۔

یہ طریقہ بہت آسان بھی ہے اور نسبتاً سستا بھی۔ بازار ہاکر کے پاس جاکر رسالہ خرید لانے میں پھر بھی کچھ وقت اور کرایہ وغیرہ لگتا ہے، جبکہ سالانہ ممبرشپ لینے سے آپ کے رسائل کراچی دفتر سے براہِ راست آپ کے پڑھنے کی میز پر اسی دن بلکہ ایک آدھ دن پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی قسم کا اضافی خرچ کیے بغیر۔ جی ہاں! دونوں رسائل کی ہوم ڈیلیوری بالکل مفت رکھی جارہی ہے۔ آپ کی طرف سے ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے گا۔ آپ صرف شمارے کی قیمت جو چالیس روپے ہے اور سرورق پر لکھی ہوئی ہے، وہ ادا کیجیے اور پورے سال کے باون ہفتے اپنے گھر کی چوکھٹ پر اپنے لاڈلے رسائل کو حاصل کیجیے۔

چالیس روپے فی شمارے کے حساب سے سال کے باون ہفتوں کے کل اکیس سو روپے ہوتے ہیں، آپ سو روپے مزید کم کرتے ہوئے صرف مبلغ دو ہزار روپے فی شمارہ (یا دونوں رسائل کے چار ہزار روپے) ادا کیجیے اور پورے سال گھر بیٹھے رسائل حاصل کیجیے۔

طریقہ کار بہت آسان ہے:

رابطہ نمبر (03213557807) پر ایزی پیسہ اور موبی کیش دونوں اکاؤنٹ بنے ہوئے ہیں۔ دونوں میگزین کے چار ہزار روپے یا کسی بھی ایک میگزین کے دو ہزار روپے اپنی سہولت کے مطابق ایزی پیسہ یا موبی کیش کیجیے، بعدازاں پیسے بھیجنے کی کمپنی رسید اور اپنا مکمل پتا اسی نمبر پر واٹس ایپ کرکے حکم کیجیے کہ آپ کے نام رسائل جاری کردیے جائیں۔ فون پر رابطہ کرنا چاہیں تو اسی نمبر پر علاوہ اتوار، دفتری اوقات صبح نو سے شام چار بجے تک کال بھی کرسکتے ہیں۔

اس ترتیب کے علاوہ اگر آپ ہر ہفتے ہی رسائل خریدنا چاہتے ہیں تو اپنے اپنے شہر کے ہاکر کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کو اخبار مارکیٹ کی ایجنسی سے شمارہ حسب سابق لا کردے۔ اگر ہاکر منع کردے تو شہروں کے ایجنسیوں کے نمبر بھی ذیل میں دیے جارہے ہیں، فون کرکے ان سے منگوالیجیے۔

لاہور:	شفیق صاحب	(03324776628)
اسلام آباد:	عدنان صاحب	(03005151136)
ملتان:	ملک ایوب صاحب	(03007353405)
کراچی:	اسلم صاحب	(03002125353)

دعا ہے کہ ہمارا آپ کا ساتھ تادیر رہے اور بخیر وعافیت رہے، آمین!

مدیر
روزنامہ اسلام